بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ہندوستان اجنبی اقتدار سے آزاد تو ہوگیا لیکن کسی ملک کے لئے محض آزاد ہو جانا اور خود مختار حکومت کا مالک ہو جانا اس وقت تک کوئی خوش آئند اور قابل مبارکباد چیز نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی آزادی کو قایم و برقرار رکھنے کی اچھی اور عمدہ صلاحیت کا ثبوت نہ دے جہاں تک اس صلاحیت کا تعلق ہے ہمارا ملک دنیا کے بڑے سے بڑے ترقی یافتہ اور مہذب و متمدن ملک سے کسی طرح پیچھے نہیں ہے۔ دماغی اور ذہنی اعتبار سے تعلیمی اور ملکی وسائل پیداوار کے لحاظ سے اس ملک میں اس بات کی استعداد ہے کہ اگر ان صلاحیتوں اور قابلیتوں سے بالکل صحیح صحیح کام لیا جائے تو وہ نہ صرف ایشیا کے لئے بلکہ تمام دنیا کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔

کسی ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے سب سے پہلی شرط داخلی امن و امان ہے یہ چیز جس قدر آج کل ضروری ہے شاید پہلے کبھی اتنی ضروری نہیں تھی، کیونکہ دنیا کی کوئی بڑی طاقت جب کسی ملک پر قبضہ کرنا چاہتی ہے تو وہ اس میں خلفشار اور بدامنی و بے چینی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے اور جب اس میں کامیاب ہو جاتی ہے تو انسانیت اور حقوق عامہ کی حفاظت کے نام پر اس ملک کو اپنے زیر نگیں لے آنے کی سعی کرتی ہے۔ تاریخ میں جب کبھی کسی ملک نے دوسرے ملک پر حملہ کیا اور اسے فتح کیا ہے ایسے ہی حیلوں اور بہانوں سے کیا ہے پھر آج کل جدید وسائل خبر رسانی اور برق صفت ذرائع نقل و حرکت نے بڑی طاقتوں کے لئے اس چیز کو اور بھی سہل اور آسان کر دیا ہے۔

اس وقت اگر ایک طرف دنیا کے بین الاقوامی سیاسیات کو اور دوسری جانب خود ملک کے اندرونی حالات وواقعات کو پیش نظر رکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا ملک تاریخ کے ایک بہت ہی نازک دور سے گذر رہا ہے۔ بین الاقوامی حالات یہ ہیں کہ دنیا کی دو عظیم الشان طاقتیں یعنی روس اور امریکہ دونوں ایک دوسرے کی حریف بنی ہوئی ہیں باہمی کشیدگی اور منافرت وعداوت کی خلیج روز بروز وسیع تر ہوتی جارہی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی جگہ یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ایک کا وجود و بقا اسی پر موقوف ہے کہ دوسرے کو سیاسی قوت کے اعتبار سے بالکل مفلوج اور اپاہج بنا دیا جائے۔ دلوں کا غبار زبانوں سے برملا ظاہر ہونے لگا ہے اور خود یورپ مشرقی اور مغربی یورپ میں تقسیم ہو کر دو مختلف جنگی محاذوں میں بٹ گیا ہے ان حالات میں اگر تیسری جنگ ہوتی ہے جس کا شدید خطرہ ہے تو یہ تو مستقبل بتائیگا کہ دونوں میں سے کون جیتے گا اور کس کو شکست ہوگی لیکن اس میں ذرا شبہ نہیں کہ ایشیا کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں بری طرح پامال ہو جائینگی اور ان کے لئے اپنی زندگی اور آزادی کو برقرار رکھنا نہایت ہی مشکل ہو جائیگا ان حالات سے ہند کا تاثر بھی ایک ناگزیر حقیقت ہے۔

دوسری جانب ملک کے عام اندرونی حالات یہ ہیں کہ اب اگرچہ بظاہر امن و امان ہے لیکن دلوں میں اب تک اتحاد و یگانگت کے وہ جذبات پیدا نہیں ہوئے جو ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ضروری ہیں اب تک نہ اقلیت میں مکمل بھروسہ اور اطمینان پیدا ہو سکا ہے اور نہ اکثریت ہی اس کو مکمل طور پر اپنا سکنے میں کامیاب ہوئی ہے چنانچہ پچھلے دنوں جلیانوالہ باغ کی یادگار میں جو جلسہ ہوا تھا اس میں سابق صدر کانگرس اچاریہ کرپلانی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "اگر مسلمان واقعی انڈین یونین کے وفادار ہیں تو انھیں حیدرآباد جاکر وہاں کی حکومت پر زور

ڈالنا چاہئے کہ وہ انڈین یونین کے خلاف اپنی سرگرمیاں بند کر دے" اس کے بعد اس بیان کی توضیح میں انھوں نے ایک اور بیان دیا جس میں فرمایا گیا کہ "ممکن ہے میری صاف گوئی بعض مسلمانوں کو ناگوار ہو لیکن میں نے کہا وہی ہے جو عام طور پر ہر ایک شخص محسوس کرتا ہے"

آچاریہ کرپلانی کا یہ بیان اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اکثریت کے عوام تو عوام خود اس کے بعض ذمہ دار لیڈروں کے دل و دماغ میں بھی اقلیت کی نسبت وہ اعتماد پیدا نہیں ہو سکا ہے جو ہونا چاہئے تھا۔ ورنہ اب جب کہ ہندو اور مسلمان دونوں ایک قوم ہیں حکومت غیر فرقہ وارانہ ہے اور سب کے لئے یکساں حقوق رکھتی ہے اور سیاسیات میں فرقہ وارانہ نقطۂ نظر کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے آچاریہ کرپلانی ایسے ذمہ دار لیڈر کے لئے ہندو اور مسلمان کی تفریق کرنا اور اہم سیاسی معاملہ میں مسلمانوں سے ہی ایک مخصوص مطالبہ کرنا کیونکر برمحل ہو سکتا ہے۔ پس جب اکثریت کی بے اعتمادی کا اب تک یہ عالم ہے تو اقلیت کو ہی کس طرح خود اعتمادی پیدا ہو سکتی ہے۔

اس صورت حال کو کوئی سچا محب وطن کبھی ایک لمحہ کے لئے پسند نہیں کر سکتا۔ ضرورت اسی کی ہے کہ جو کچھ ہو چکا وہ ہو چکا اس کو یک قلم بھلا دیا جائے۔ بُرا سب نے ہی کیا ہے اور کوئی فرقہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے ہاتھ خون سے رنگین نہ ہوں لیکن انسان بہرحال انسان ہے۔ وہ ایک مرتبہ مغلوب الجذبات ہو کر وحشیوں اور درندوں کے سے کام کر بیٹھتا ہے تو بعد میں پھر اُنہیں نادم اور پشیمان ہو کر تلافی مافات بھی کر سکتا ہے یہ وقت ہے کہ ہم سب اپنی پچھلی غلطیوں اور گنہگاریوں کا صدق دل سے اعتراف کر کے آئندہ کے لئے عدل و انصاف اور حق و صداقت کے راستہ پر گامزن ہونے کا عہد و پیمان کریں اور جن باہمی افتراقات کے باعث ملک کو اس قدر عظیم بربادی اور تباہ حالی سے دوچار ہونا پڑا ہے ان کو یکسر ختم کر کے عام اتحاد و یگانگت کی

خوشگوار فضا پیدا کریں لڑائی کس میں نہیں ہوتی؟ بھائی بھائی سے لڑتا ہے۔ چچا بھتیجہ میں جنگ ہوتی ہے۔ اور تاریخ میں تو ایسی مثالیں بکثرت ملیں گی کہ بیٹے نے باپ کے خلاف لشکر کشی کی ہے لیکن کیا ان لڑائیوں کا جو وقتی جذبات یا کسی ہنگامی اشتعال کے باعث ہوتی ہیں نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ فریقین کا قدرتی اور طبعی رشتہ ٹوٹ جائے؟

ہندو اور مسلمان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں ایک ہی مادر وطن کی اولاد ہیں جو ایک چیز کسی ایک کے لئے مضر ہوگی ضروری ہے کہ جلد یا بدیر وہ دوسرے کے لئے بھی نقصان رساں ثابت ہوگی اس بنا پر دونوں کا فائدہ اسی میں ہے مل جل کر اور کامل احساس یگانگت کے ساتھ رہیں اکثریت اور اقلیت کے تفرقہ و امتیاز کے احساس سے ایک میں جو احساس برتری اور دوسرے میں جو احساس کمتری پیدا ہوتا ہے اس کو مٹا دیا جائے کیونکہ جیسا کہ نفسیات کا ہر طالب علم جانتا ہے۔ زندگی میں خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی یہ ہی دو قسم کے احساس ہیں جو بعض اوقات بڑی بڑی بربادیوں اور تباہ کاریوں کا سبب بنجاتے ہیں ہر ایک شخص میں خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے اپنے ملک کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کا جذبہ ہونا چاہئے اور اسے کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں دوسرے سے سبقت لیجائے۔

احساس کمتری و برتری کے ذکر پر یاد آیا۔ بنگال کے مشہور کانگریسی لیڈر مسٹر سی۔ آر داس۔ اور ہندوستان کے مشہور شاعر اور ڈرامہ نگار ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور نے اپنی متعدد تحریروں اور تقریروں میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ "ہندوؤں کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو تعلیمی اور اقتصادی اعتبار سے اپنے برابر کرنے کی کوشش کریں اپنے روپیہ سے مسلمانوں کے لئے فیکٹریاں، مل اور کارخانے کھولیں۔ تاکہ اُن کی مالی حالت بہتر ہو اپنے روپیہ سے مسلمان نوجوانوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ بھیجیں اور اس طرح اُن کا تعلیمی معیار اونچا کریں، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں میں خود اعتمادی

پیدا ہو جائیگی اور وہ احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچ جائیں گے ورنہ اگر ایسا نہیں ہوا اور ہندو مسلمانوں میں تعلیمی اور اقتصادی اعتبار سے وہی فرق قایم رہا جو اب ہے ۔ تو اندیشہ ہے کہ کل جب ہندوستانیوں کے ہاتھوں میں حکومت کے اختیارات منتقل ہونے شروع ہوں گے تو چونکہ ہندو اکثریت میں ہیں اور مسلمانوں کی بہ نسبت ان کی تعلیمی اور اقتصادی حالت بھی کہیں زیادہ بہتر ہے اس بنا پر مسلمانوں میں قدرتی طور پر احساس پسماندگی اور شعور کمتری پیدا ہوگا ۔ اور ادھر ہندو اپنے آپ کو مسلمانوں سے برتر سمجھنے لگیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں میں کشیدگی اور کشمکش پیدا ہو جائے گی اور اس کا انجام کسی کے لئے بھی اچھا نہیں ہوگا !" غور فرمائیے ۔ ان دونوں محترم زعمائے ہند نے یہ بات اس وقت کہی تھی جبکہ ہندو اور مسلمان دونوں بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے اور دونوں دوش بدوش استبداد و استعمار کی طاقتوں سے جنگ کرنے میں مصروف تھے اور کیسی باون تولہ پاؤ رتی بات کہی تھی ۔

اچاریہ کرپلانی ایسے لیڈروں کو اس قسم کے بیانات دیتے وقت یہ نہیں بھولنا چاہئیے کہ سنہ ۲۰ سنہ ۲۱ء کی تحریک خلافت کے زمانہ میں جبکہ ہندو اور مسلمان دونوں شیر و شکر تھے تو مسلمانوں کا یہ رویہ جمعیۃ علماء ہند کی قیادت و زعامت کا ہی نتیجہ تھا گذشتہ دس برسوں میں مسلمانوں کی اکثریت نے بیشک اس کی بات نہیں مانی لیکن یہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ ۱۵ اگست کے بعد مسلمان دشمنی کی وجہ سے ہندوؤں کی اکثریت کانگریس سے اور خصوصاً گاندھی جی اور پنڈت جواہر لال نہرو سے انتہا درجہ متنفر ہو گئی اور اس کا نتیجہ آخر کار گاندھی جی کی انتہائی المناک اور مظلومانہ موت کی شکل میں ظاہر ہوا ۔ لیکن جس طرح گاندھی جی کے واقعہ روح فرسا نے ہندوؤں کی آنکھیں کھولیں اور ان کے بڑے سے بڑے دشمن بھی ان کی عظمت کے آگے جھک گئے ٹھیک اسی طرح ہند کی تقسیم کے المناک نتائج اور مسلم لیگی سیاست کی فریب کاریوں کا پردہ چاک ہو جانے کے بعد جو

مسلمان پہلے لیگ کے ہم نوا تھے اب اُن کی اکثریت نے بھی اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا اور یہ مان لیا ہے کہ اُن کے حقیقی رہبر و قائد ارباب جمعیۃ علمآ ہند ہی ہیں اور کرپلانی صاحب پر غالباً پوشیدہ نہ ہوگا کہ یہ جمعیۃ علمآ ہند ہے کون؟ یہ وہی جمعیۃ ہے کہ کل تک جس کے ارکان محترم کو کانگریس سے حقیقی تعاون واشتراک کرنے کی بنا پر ہندوؤں کا غلام۔ کانگریس کا وظیفہ خوار اور ملت فروش کہا جاتا تھا! یہ وہی جمعیۃ ہے جس کے بزرگوں پر لیگی مسلمان غلاظتیں اُچھالتے تھے۔ گالیاں دیتے تھے۔ اور جن کا باہر چلنا پھرنا تک ان لوگوں نے دوبھر کر دیا تھا یہ وہی جمعیۃ ہے جس کی وطن دوستی کا یہ عالم ہے کہ کانگریس نے لیگ کے سامنے سپر ڈال دی اور تقسیم ہند کا اصول مان لیا۔ لیکن یہ جمعیۃ آخر وقت تک گاندھی جی کی طرح تقسیم ہند کے اصول کی سخت مخالف رہی اور اس نے اس معاملہ میں برملا کانگریس کو بھی تنبیہ کی۔ آج اگر لیگ اور کانگرس انصاف اور دیانت کے ساتھ احتساب کریں تو حق یہ ہے کہ دونوں کو شرمانا چاہیے کہ ایک نے تقسیم ہند کے مطالبہ پر ضد کر کے اور دوسرے نے اس مطالبہ کو تسلیم کر کے ملک کو برباد کرایا اور اسے جہنم کدہ بنا دیا۔ اس سلسلہ میں جمعیۃ علمآ ہند ہی صرف ایک ایسی وطن دوست اور قوم پرور جماعت ہے جس کا دامن اس قسم کے داغ دھبہ سے یکسر پاک وصاف ہے اور اسے کسی کے سامنے شرمسار ہونے کی ضرورت نہیں ہے پھر یہ وہی جمعیۃ ہے کہ ہندوستان آزاد ہوا تو مختلف جماعتوں کے یہاں تک کہ ہندو مہاسبھا کے بھی بڑے بڑے لیڈر عہدے اور وزارتیں سنبھال کر بیٹھ گئے لیکن صرف یہی ایک جماعت تھی جس نے آزادی کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں دینے کے باوجود آزادی مل جانے کے بعد نہ کوئی عہدہ لیا نہ کوئی منصب قبول کیا اور نہ کبھی اس کی خواہش اور تمنا کی۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جمعیۃ علمآ ہند ایک کٹر مذہبی اور دینی جماعت ہے اور اس کے تمام تر معتقدات اور اعمال وافعال تعلیمات اسلام کا صحیح نمونہ اور سچی تصویر

ہیں اس بنا پر اگر یہ جماعت متحدہ قومیت کی قائل ہے اور بیانگ ڈہل قائل ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلام اختلاف مذہب کی بنا پر ہندو اور مسلمانوں کو دو قومیں قرار نہیں دیتا بلکہ دونوں کو ایک ہی سمجھتا ہے جمعیتہ علماء کے اس فکر اور عمل کی وجہ سے برادران وطن کے دلوں میں اسلام کی طرف سے جو بدگمانی ہے وہ دور ہو جانی چاہئے اور انہیں سمجھنا چاہئے کہ مسلمان اپنے فکر و عمل کے اعتبار سے جتنا پکا اور سچا مسلمان ہوگا اسی قدر وہ ہندوؤں کے ساتھ ہندوستانی قومیت کا رشتہ زیادہ سے زیادہ مضبوط پائیگا۔

آج ہندوستان سے لیگ کا نام ونشان مٹ چکا ہے اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت پھر جمعیتہ علماء ہند کے علم قیادت کے نیچے جمع ہو رہی ہے اور ان کو اپنی غلط پنداریوں اور غلط کاریوں کا کافی احساس ویقین پیدا ہوگیا ہے پس جس طرح مسلمانوں میں کافی تبدیلی پیدا ہو چکی ہے اسی طرح برادران وطن کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے دل بدلیں۔ گذشتہ فکر کا طریقہ بدلیں اور اس راستہ پر مضبوطی سے چلیں جو انسانیت کے محسن اعظم گاندھی جی بتا گئے ہیں۔ یعنی یہ کہ جبر۔ اور دلخراش باتیں کہنے سے کام نہیں بنتا۔ عدم تشدد اور سچائی ہی وہ ہتھیار ہیں جن سے دلوں کی مملکت فتح کی جا سکتی ہے اور بڑے سے بڑے دشمن کو بھی دوست بنایا جا سکتا ہے۔

مکمل لغات القرآن مع فہرست الفاظ جلد سوم

جو سنہ ۱۹۴۶ء کی مطبوعات میں سے ہے طبع ہو کر پریس سے آگئی ہے قیمت غیر مجلد چار روپے

سنہ ۴۶ء کی دوسری اہم کتاب "ترجمان السنۃ" ارشادات نبوی کا جامع اور مستند ذخیرہ بھی عنقریب طبع ہو کر پریس سے آرہی ہے۔ قیمت غیر مجلد عـہ/ مجلد عـــہ/